حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے بڑے محسن ہیں۔

مسلمان وہ ہے جو نیکیوں کی طرف دوڑے اور جس سے شر نہ پہنچے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/اپریل 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ (الحجرات:11)

پھر فرمایا:۔

اس آیت پر اور اس سے تعلق رکھنے والے مضمون پر گفتگو سے پہلے میں چند جماعتی جلسوں اور اجتماعات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ سب ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور وہ اپنا ذکر سن کے خوش ہوں اور نیکی کی مزید تحریک دلوں میں پیدا ہو۔

جماعت احمدیہ غانا کا جلسہ سالانہ کل 21/اپریل سے شروع ہو چکا ہے اور تین دن تک جاری رہے گا۔ ہفتہ کو اختتام پذیر ہوگا۔ جماعت احمدیہ غانا کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے ملک پر بہت گہرا اثر ہے اور دنیا کے تمام ممالک میں اس لحاظ سے غانا کو ایک خاص مقام حاصل ہے اگرچہ کثرت کے لحاظ سے اور بھی بہت سے ممالک ہیں جن میں بکثرت احمدیت ہے مگر جماعت کی نیک نامی کا نمایاں طور

پر شہرہ اور بہت سی اعلیٰ روایات سے متعلق ملکی حکومت کے علاوہ بھی ہر سطح پر یہ ذکر خیر ملنا، اس پہلو سے جماعت احمدیہ بہترین کام کر رہی ہے۔ اس حد تک یہ بات وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے رائج ہو چکی ہے کہ یونائیٹڈ نیشنز کی طرف سے کوئی وفد آئے یا غیر ممالک کے Dignitaries آئیں، ان کے پروگراموں میں بھی جماعت احمدیہ کے مرکز میں جا کر ان تک پیغام تہنیت دینا یہ گویا ایک لازمہ سا بن گیا ہے۔ حال ہی میں یونائیٹڈ نیشنز کی طرف سے غانا پر ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں خصوصیت سے جماعت احمدیہ کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ تو اس پہلو سے وہاں جماعت کا بہت بلند وقار ہے اور اس وقار کو قائم رکھنا اور اس نام کی شہرت کے لحاظ سے واقعۃً جماعت احمدیہ کی تعداد میں بھی اضافہ کرنا اور نیک کاموں میں بھی اضافہ کرنا یہ اب ان کی اولین ذمہ داری ہے۔ بعض دفعہ نیک نامی کا دائرہ زیادہ وسیع ہو جایا کرتا ہے اور حقیقت میں جو تعداد بعض نیک کاموں میں مشغول ہوتی ہے، وہ تعداد تھوڑی ہوتی ہے۔ چند لوگوں کے نیک کام کثرت کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ لیکن جماعت احمدیہ کو اس سے تسلی نہیں ہونی چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیشہ میرے ذہن میں نیک نامی کا تصور یہی رہا ہے کہ اللہ جس پر تحسین کی نظر ڈالے۔ نیک نامی وہی ہے جو آسمان پر ہو۔ اس نیک نامی کے نتیجے میں اگر دنیا میں بھی نیک نامی نصیب ہو جائے تو یہ وہ نیک نامی ہے جو آسمان سے اترتی ہے اور پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اور حدیث پر یہ پیغام مبنی ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی قوم کے حق میں کوئی بات لکھ دیتا ہے یا کسی فرد کو پسند فرمانے لگتا ہے تو ملاءاعلیٰ کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ زمین پر اتریں اور اس شخص کی یا اس قوم کی نیک نامیاں دنیا میں پھیلائیں۔ یہ وہ نیک نامی ہے جو حقیقت میں کوئی معنی رکھتی ہے، ورنہ محض رعب کسی قوم کا پیدا ہو جائے یا اس کے متعلق اچھی باتیں مشہور ہو جائیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک وہی حقیقت ہے جو میں نے بیان کی ہے، اللہ کے ہاں نیک لکھے جائیں، یہ سب سے بڑی کامیابی ہے اور جب یہ ہو اور پھر زمین پر باتیں ہوں تو پھر کوئی حرج نہیں۔

پس جماعت احمدیہ غانا کو دو پہلوؤں سے اس نیک نامی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اول تو اپنی تعداد کو بڑھائیں تا کہ ملک کا ہر حصہ جماعت احمدیہ کے فیض سے فیضیاب ہو اور دوسرے یہ کہ زیادہ سے زیادہ احباب جماعت کو نیک کاموں میں ملوث کریں اور نیک کاموں میں صرف چند نیک

آدمیوں کی خوبیاں ہی ساری جماعت کے حق میں نہ بٹتی پھریں بلکہ ہر احمدی کو کچھ نہ کچھ نیکی کے کاموں میں حصہ لینے کی توفیق ملے۔

دوسرے بھی بعض اجتماعات ہیں مثلاً جلسہ سالانہ جو ہو رہے ہیں ان میں ایک جماعت احمدیہ سری لنکا کا جلسہ سالانہ ہے 24 /اپریل، اتوار سے شروع ہوگا اور 25 /اپریل کو ختم ہوگا۔ یہ جماعت چھوٹی سی ہے مگر اٹھنے والی جماعت ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے خدا تعالیٰ کے فضل سے ان میں ایک بیداری کی لہر دوڑی ہوئی ہے اور وہ اب بڑھنا اور پھولنا پھلنا سیکھ رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جلد جلد ان کو باقی دنیا کی جماعتوں کی سطح پر تیز رفتاری سے آگے بڑھنے کا سلیقہ عطا فرمائے حوصلہ بخشے، ان کی معاونت فرمائے اور ان کے بھی نیک اثر سارے ملک پر اسی طرح قائم ہوں جیسے غانا کے نیک اثر قائم ہیں۔

مجالس شوریٰ میں سے دو مجالس ہیں۔ ایک جماعت احمدیہ USA کی مجلس شوریٰ ہے اور ایک جماعت احمدیہ ناروے کی۔ یہ دونوں مجالس شوریٰ تین دن تک جاری رہیں گی اور 24 /اپریل کو اختتام پذیر ہوں گی۔ مجلس شوریٰ سے متعلق میں گزشتہ خطبے میں تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں ان سب باتوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ خطبے ان جماعتوں نے براہِ راست سنے ہیں۔ پس اسی مضمون کو اپنی اس شوریٰ پر بھی چسپاں کریں اور اسی کی ہدایت کے مطابق کام کریں۔ مرکزی بات اس خطبے کی یہ تھی کہ کوئی قوم حقیقت میں مشورہ دینے کی اہل نہیں ہوتی جب تک آپس میں محبت نہ پائی جائے اور محبت کے بغیر مشورے کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ورنہ محبتوں کے بغیر کے مشورے تو دشمنی بن جایا کرتے ہیں، وہ تو ایک عذاب بن جاتے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ''گلف وار'' (Gulf War) سے پہلے امریکہ کے ایمبیسیڈر کی طرف سے صدر صدام کو مشورہ دیا گیا تھا کہ کویت پر حملہ کرنا تمہاری مرضی ہے، تمہارا کام ہے، ہمیں اس سے کیا اور اس طرح ایک شہ دے دی گئی۔ بہت ہی ان دنوں اس کے چرچے تھے، اخبارات میں بات اچھالی گئی اور کئی امریکیوں نے اس کے ثبوت مہیا کئے کہ درست بات ہے۔ تو مشیر کے لئے نیک دل اور محبت کرنے والا ہونا ضروری ہے۔ اگر محبت سے عاری دل ہو تو حقیقت میں مشورہ دیا ہی نہیں جا سکتا اور قرآن کریم نے مشوروں کو اور باہمی محبت کو اکٹھا باندھا ہے۔

پس اس پہلو سے میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے رابطے بڑھائیں، خصوصاً امریکہ میں اس بات کی ضرورت ہے کیونکہ وہاں مدتوں پہلے جو افریقن

باشندے امریکہ میں آباد ہوئے ہیں مسلسل سفید قوموں کے ظلم کے نتیجے میں ان میں بدقسمتی سے احساس کمتری جگہ پا گیا ہے اور کسی قوم کے لئے احساسِ کمتری سے مہلک اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ کو جو وہاں جدو جہد در پیش ہے اس میں ایک بڑی جد و جہد اس بات کی ہے کہ اپنے افریقن امریکن بھائیوں کو یقین دلائیں کہ آپ ہمارے بھائی ہیں، ہمارے دلوں میں آپ کی ویسی ہی عزت ہے جیسے ہر دوسرے مسلمان بھائی کی ہونی چاہئے۔ ایک عالمی جماعت ہے اس میں کوئی قومی اور علاقائی تفریق پیشِ نظر نہیں، نہ روا رکھی جاتی ہے۔ یہ باتیں سمجھانے کی ضرورت پڑتی ہے اور مسلسل پڑتی چلی جاتی ہے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جن کو میں براہِ راست خطوں کے ذریعے بھی سمجھاتا رہتا ہوں لیکن پھر کچھ عرصے کے بعد وہی بات پھر دوبارہ نکل آتی ہے لیکن ایسے چند ہیں۔ اللہ کے فضل سے امریکہ میں افریقن احمدیوں کی اکثریت ایسی ہے جو مخلص، مالی قربانی میں بھی پیش پیش، غریب ہے مگر اخلاص میں غریب نہیں لیکن وہ جو چند ایسے لوگ جن میں احساس کمتری پر مبنی بغاوت سر اٹھاتی ہے، وہ بعض جگہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے ان کی شہرت اچھی نہیں رہتی یعنی جماعت کی بحیثیت مجموعی شہرت اچھی نہیں رہتی۔ اس کا تبلیغ پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ بعض ایسے علاقے ہیں جہاں تبلیغ کے رکنے کی وجہ جیسا کہ بعض ان میں سے کہتے ہیں ہرگز یہ نہیں کہ نعوذ باللہ پاکستانی ان لوگوں کو اپنے سے نیچا دیکھتے ہیں، اس کے نتیجے میں ردعمل پیدا ہوتا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے۔ پاکستانیوں کی اکثریت کو میں جانتا ہوں، کوئی پاگل کہیں پیدا ہو جائے تو اور بات ہے، دنیا میں ایسے پاگل ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن اکثریت تو بچھنے والی ہے، اخلاص والی ہے، اپنے غیر ملکی بھائی کو جو پاکستان کے لحاظ سے غیر ملکی ہو، جب احمدیت میں دیکھتے ہیں تو ان کے دل کشادہ ہوتے ہیں، ان کی آنکھیں راہوں میں بچھتی ہیں۔ بہت ہی پیار اور محبت سے وہ ان کو دیکھتے ہیں اور ان سے حسن سلوک کرتے ہیں اس لئے یہ الزام درست نہیں ہے۔ غیروں نے آپ کو ٹھوکریں ماریں، غیروں نے تکلیف دی، اپنوں سے اس کے بدلے اتاریں گے! یہ تو ظلم ہے، یہی پاکستانی ہیں جو باقی دنیا میں بھی تو خدمت کر رہے ہیں وہاں کیوں نہیں کوئی ایسی حرکتیں کرتے۔ اس لئے اگر کہیں کچھ ٹیڑھے دماغ کے ہوں تو ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ بہت بڑا گناہ ہے اگر اپنے نسبتاً کم کالے رنگ کی وجہ سے ان کے نسبتاً زیادہ کالے رنگ پر کوئی تکبر کرے۔ کالوں میں تو آپ بھی ہیں، چاہے کیسے ہی گورے

پیدا ہو جائیں آپ کا شمار کالوں میں ہی رہے گا۔ پس کالے اور گورے کی بحث سے تو یہ مسائل حل نہیں ہوں گے۔ سب کو گورا بننا ہے یعنی نورانی لحاظ سے، حضرت محمد مصطفی ﷺ کا نور اپنانا ہے۔ وہ ایسا نور ہے جو ہر کالے کو گورا کر دیتا ہے، ہر گورے کا حسن چمک اٹھتا ہے۔ پس یہی وہ نور ہے جس نے دنیا کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے۔ آپ کے کاموں میں، یعنی امریکہ کو میں مخاطب ہوں خصوصیت سے، آپ کے کاموں میں ہرگز برکت نہیں پڑ سکتی جب تک آپ میں سے کچھ احساس کمتری کے شکار رہیں اور اس کے نتیجے میں اگر کھلم کھلا نہیں تو اندرونی تفریق باقی رہے۔ میں نے مثالیں دی ہیں کئی دفعہ، کہ دیکھو افریقہ میں بھی تو وہی نسل ہے جس کی تم اولاد ہو۔ افریقن احمدیوں میں تو میں نے کہیں احساس کمتری نہیں دیکھا، کہیں کوئی غلط ردِعمل نہیں دیکھا بلکہ تعجب ہوتا ہے بعض دفعہ افریقہ میں ایک افریقن کو امام مقرر کیا جاتا ہے ایک افریقن کو عہدہ دیا جاتا ہے اور وہ آ کر پیغام دیتے ہیں، سمجھاتے ہیں کہ ہمیں تو پاکستانی سے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جیسی ان کی تربیت ہے، جیسا وہ نیک اثر ہم پر ڈالتے ہیں، ہمارے اپنی بھائی ابھی اس مقام کو پہنچے نہیں ہیں اور بڑی بے تکلفی سے وہ بات کہتے ہیں، ان کے چہروں پر مجھے کہیں سیاہی دکھائی نہیں دی کبھی دکھائی نہیں دی، وہ تو نور سے دمکتے ہوئے چہرے لگتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ احمدیت کی تربیت پا کر آنکھوں میں سیاہ سفید کی تفریق ہی مٹ جاتی ہے۔ کبھی مجھے یاد نہیں کہ کوئی احمدی ملا ہو اور میں نے اس کا رنگ دیکھا ہو، کون سا رنگ ہے۔ اس کی روح دکھائی دیتی ہے اور وہ سب روحیں پیاری دِکھتی ہیں۔ پس اگر کہیں کسی پاکستانی احمدی میں کوئی ایسا نقص رہ گیا ہے جس کا بداثر پڑ رہا ہے تو اس کو میرا مشورہ ہے کہ وہ استغفار سے کام لے۔ اس کی وجہ سے اگر ایک یا دو یا دس کو ٹھوکر لگے تو مسیحؑ کا یہ قول میں اسے بتاتا ہوں جنہوں نے فرمایا کہ اگر کسی شخص سے کسی کو ٹھوکر لگے تو اس سے بہتر تھا کہ وہ ٹھوکر لگانے والا پیدا نہ ہوتا۔ لیکن وہ جن کو بات بات پر ٹھوکر لگے ان کو سنبھالنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ یہ ٹھوکر لگنے کا مزاج بڑا خطرناک ہے اور احساس کمتری سے یہ ٹھوکر لگنے کا مزاج پیدا ہوتا ہے، جس کو احساس کمتری نہ ہو ان کو ٹھوکر لگا ہی نہیں کرتی۔ اس لئے امریکہ کے لوگ سن رہے ہوں یا دوسرے لوگ، ہر جگہ کو یہ پیغام واحد ہے، خدا کے لئے کبھی احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں، آپ اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت کو احساس کمتری زیب نہیں دیتا۔ ایسے لوگوں کو جب دنیا تکبر کی وجہ سے نیچے دیکھتی ہے تو اللہ کی نظر میں وہ اور اونچے ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ تم کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاتے، ایسے رستوں پر نہیں چلتے جہاں دنیا تمہیں غضب اور ذلت کی نظر سے دیکھ رہی ہو اور خدا کے نزدیک تمہارا مرتبہ نہ بڑھ رہا ہو۔ اللہ کو تم اور پیارے ہو جاتے ہو۔ تو جس جماعت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ یقین دہانی ہے، یہ ضمانت ہے کہ تمہیں دنیا میں کوئی ذلیل نہیں کرسکتا اور جب ذلیل کرنے کی کوشش کرے گا میری نظر میں تمہارا مرتبہ اور بلند، بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔ اس جماعت کے پاس احساس کمتری پھٹکنا بھی نہیں چاہئے اور جو پھر بھی ایسی باتیں کرے وہ ظالم ہے اور ان ظالموں سے آپ کو متنبہ رہنا چاہئے۔ پس آپس میں سچی محبت پیدا کریں، ہم سب بھائی بھائی ہیں، ہمارے رنگ ونسل کی تفریق ہمارے اندر نہ کوئی خوبی پیدا کرتی ہے نہ ہمیں ذلیل کرسکتی ہے۔ تقویٰ ہی ہے جو ہماری عزت کا باعث ہوسکتا ہے اور تقویٰ کی عزت بندوں کے حوالے سے نہیں ہوا کرتی بلکہ اللہ کے حوالے سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ تم میں سے معزز عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:14) اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم میں سے جو معزز ہے اس کی عزت کیا کرو اور جو متقی ہے اس کی عزت کیا کرو، قرآن کریم میں یہ آیت کہیں نہیں ملتی۔ کیونکہ تقویٰ کی عزت از خود قائم ہوتی ہے اور اللہ کے حوالے سے قائم ہوتی ہے اور اس فیصلے کا اختیار کہ کون متقی ہے، کون نہیں ہے، اللہ ہی کو ہے اور جب اللہ کسی کو متقی سمجھے، جس طرح میں نے بات کا آغاز کیا تھا، پھر فرشتوں کو خود حکم دیتا ہے، وہ ہوائیں چلاتے ہیں، وہ زمین پر اترتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں ایسے شخصوں کی محبت بھر دیتے ہیں۔ پس انہیں کسی محبت کی طلب نہیں ہوتی، نہ وہ اپنا ہاتھ محبت مانگنے کے لئے آگے بڑھاتے ہیں۔ خدا کی طرف سے وہ محبتیں ان کو عطا ہوتی ہیں کیونکہ تقویٰ کا تعلق اللہ سے ہے اور اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ تم میں سب سے معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

جماعت احمدیہ ناروے کو بھی میرا یہی پیغام ہے۔ آج کل یورپ میں بھی Racism سر اٹھا رہا ہے اور Racism کا بھی دراصل احساس کمتری سے تعلق ہے۔ دنیا میں کوئی چیز احساس برتری نہیں ہے۔ احساس برتری اگر ہو یعنی معلوم ہو کہ میں حقیقۃً بہتر ہوں تو وہ دل میں نرمی پیدا کرتا ہے، انکسار پیدا کرتا ہے۔ تکبر، احساسِ کمتری کا بچہ ہے اگر تکبر حقیقت میں زیب دیتا تو اللہ تعالیٰ تکبر کو

ایسا نا پسند نہ فرماتا۔ پس Racism میں جو لوگ ملوث ہوتے ہیں دراصل وہ احساس کمتری کے نتیجے میں ملوث ہوتے ہیں۔ اب یورپ میں خصوصاً جرمنی میں جو Natsi تحریک چلی ہے جس میں یہودیوں کو نفرت کا نشانہ بنایا گیا آپ یہودیوں کو جو چاہیں کہیں لیکن جرمن قوم نے یہودیوں کو دیکھا کہ دیکھتے دیکھتے وہ ان کی اقتصادیات پر قابض ہو گئیں، ان کے اندر بعض ایسی صلاحیتیں تھیں جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، پس اس سے جو تکلیف پہنچی ہے، اس سے ان کے دلوں میں جو احساس اذیت پیدا ہوا ہے اس کی بنیاد اپنے آپ کو کم تر سمجھنے میں تھی۔ اگر وہ اپنے آپ کو برابر سمجھتے تو مقابلہ کرتے اور جب اکثریت میں تھے تو اقلیت کے ساتھ قانون کے اندر رہتے ہوئے مقابلہ کیوں ممکن نہیں ہے۔ پس یہ احساس تھا کہ ہم یہ نہیں کر سکتے جو یہ کر رہے ہیں اور کوئی وجہ ایسی ہے کہ یہ ہم پر غالب آ رہے ہیں، اس کا ردعمل پیدا ہوا ہے۔ جو حوصلے والے لوگ ہوتے ہیں، جن کے دل بڑے ہوں وہ کبھی چھوٹی چھوٹی باتوں میں حسد نہیں کیا کرتے۔ اگر کوئی آپ میں سے آگے نکل گیا ہے تو یہ دیکھیں گے کہ کس طرح آگے نکلا، کیوں نکلا؟ ہاں اگر اس نے کوئی غلط طریق اختیار کیا ہے تو اس غلط طریق کو مٹانے کے لئے کوشش کرنا یہ احساسِ کمتری نہیں۔ لیکن ایسے شخص کا ویسے ہی دشمن ہو جانا اور یہ سمجھتے ہوئے کہ ہم سے آگے نکل گیا ہے، اس سے حسد کے جذبات میں جلتے رہنا، یہ ساری باتیں Racism کی بنیاد ہیں اور اس سے بھی ہمیں نجات کی دعا مانگنی چاہئے۔ پس جماعت احمدیہ کے رخ دونوں طرف کے لوگوں کی طرف کھلے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی آنکھیں ایک طرف ان کو بھی دیکھ رہی ہیں جو اپنی غلطی سے احمدیوں کے متعلق سمجھتے ہیں کہ اپنے آپ کو گویا معزز بنا بیٹھے ہیں، ہم پر تکبر کر رہے ہیں، اور ایک رخ ان کی لوگوں کی طرف ہے جو اپنی بے وقوفی کی وجہ سے ہمیں نیچا دیکھ رہے ہیں اور تکبر کی راہ ہمارے متعلق اختیار کئے ہوئے ہیں تو مشرق میں جائیں یا مغرب میں جائیں، جتنی بھی کج ادائیں ہیں انہیں ہم نے ٹھیک کرنا ہے اور کج ادائی کو ٹھیک کرنے کے لئے اپنی اداؤں کو درست کرنا ضروری ہے۔ پس میں یہ پیغام نہیں دیتا کہ ان کے خلاف ایک مہم چلائیں، ایک موومنٹ بنائیں، جس طرح آج کل مادی قوموں کا کام ہے اور بڑی بے وقوفی ہے جو وہ ایسا کرتے ہیں۔ ہمیں تو قرآن کریم نے ہمارے ہاتھوں میں **امر بالمعروف** اور **نھی عن المنکر** کے ہتھیار تھمائے ہیں اور خود درست ہونے کی تعلیم دی ہے۔

یہ دو باتیں اگر جماعت اپنا لے، آپس کی محبت کے ساتھ اپنے اخلاق کو درست کرے اور جن قوموں سے تعلق ہے ان قوموں کے حوالے سے، ان کی بیماریاں دور کرنے کے لئے، ان شعبوں میں جہاں وہ بیمار ہیں، اپنے آپ کو بہت ہی صحت مند بنائیں۔ اگر احساس کمتری کا مقابلہ ہے تو آپ ان کے سامنے بچھیں۔ جس طرح بھی ہو احساس کمتری کے بت کو توڑیں۔ اگر کوئی بڑا بنتا ہے تو اس کے سامنے سر اٹھانے سے بات نہیں بنے گی، یہ عجیب بات ہے کہ وہاں بھی علاج بچھنا ہی ہے لیکن ذلت کے ساتھ بچھنا نہیں وقار کے ساتھ۔ عزت اور احترام ان معنوں میں کہ آپ اس سے ڈرے نہیں ہیں، بے خوف ہیں اور بے خوفی کی علامت یہ ہے کہ آپ نصیحت سے باز نہیں آتے۔ اپنی اصلاح کرتے ہیں اور پھر قطع نظر اس کے کہ کوئی آپ کو کیا سمجھتا ہے، بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں۔ یہ وہ ذریعہ اصلاح ہے جو جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں ہے اور یہ ذریعہ اصلاح ناکام نہیں ہوا کرتا۔ یہ قرآن کریم کا نسخہ ہے جو ہمیشہ خدا کی طرف سے قوموں کو عطا ہوا اور قوموں پر آزمایا گیا اور قرآن نے بھی اس پر بہت زور دیا اور حضرت محمد مصطفی ﷺ نے بھی بہت زور دے دے کر سمجھایا کہ یہ نسخہ استعمال کرو یہ کبھی ناکام نہیں ہوگا۔ اب میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی بعض نصائح آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن کا اسی باہمی محبت کے مضمون سے تعلق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور پھر بعد میں فرمایا **وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَاجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ** اور مہاجر وہ ہے جو ان باتوں سے ہجرت کر جائے جن کو اللہ نے منع فرمایا ہے۔ (بخاری کتاب الایمان، حدیث: 2262)

یہ چند لفظوں کی نصیحت ہے مگر بہت ہی گہری ہے اور قوموں کی زندگی کے بننے سنورنے کا اس کے ساتھ تعلق ہے۔ پہلی بات تو مسلمان کی تعریف ہے اس سے بہتر تعریف جہاں تک دنیا کا تعلق ہے، ہو نہیں سکتی۔ ایک وہ تعریف ہے جس کا تعلق خدا سے ہے یعنی خدا کے حضور اپنے آپ کو بچھا دینا اور اس کی مرضی کے تابع ہو جانا۔ اس حدیث میں دونوں باتوں کا ذکر ہے۔ چند لفظوں میں، اگر آپ غور کر کے دیکھیں، تو مسلمان کی ایسی جامع مانع تعریف فرما دی گئی ہے جس کا اطلاق جس پر ہو اس کو کوئی دائرہ اسلام سے خارج کر ہی نہیں سکتا۔

جہاں تک دنیا کے دیکھنے کا تعلق ہے اگر کسی انسان سے کسی دوسرے کو کوئی شر نہ پہنچے اور اس

کی عزت محفوظ ہو، اس کا مال محفوظ ہو، اس کی ہر وہ چیز جس کی وہ قدر کرتا ہے جس سے وہ تعلق رکھتا ہے، دولت ہو یا بچے ہوں یا اور پیارے یا مذہبی لحاظ سے معزز لوگ، کسی پہلو سے بھی اگر اس کے عزیزوں پر کسی کی طرف سے کوئی حملہ نہ ہو بلکہ وہ اپنے آپ کو ان کے ہاتھوں میں محفوظ سمجھے تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ پھر مسلمان ہے۔ مسلمان وہ ہے جس سے کسی کو کوئی شر نہیں پہنچ سکتا۔ ''پہنچتا'' اور بات ہے ''پہنچ سکتا'' اور بات ہے، یہاں دونوں مضمون داخل ہیں۔ نہ پہنچتا ہے نہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ مسلمان کے مزاج کے خلاف ہے کہ وہ کسی کی عزت پر ناجائز حملہ کرے کسی کے مال کو ہتھیانے کی کوشش کرے، کسی کے وقار کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے، غرضیکہ ہر شر کے پہلو سے ایک مسلمان سے دوسرا انسان محفوظ ہے۔ اب ایسا شخص اگر کوئی ہو تو وہ اسے غیر مسلم کیسے کہہ سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ خدا تو نہیں ہے، اللہ کا فیصلہ اللہ نے کرنا ہے، جہاں تک بندوں کا تعلق ہے ان کو صرف اتنا اختیار ہے کہ کسی انسان کے روزمرہ کے طرز عمل کے اوپر ایک فتویٰ دیں اور جو دیکھتے ہیں اس کے مطابق فتویٰ دیں۔ اگر احمدیوں کے متعلق بنی نوع انسان میں یہ شہرہ ہو کہ یہ شریر لوگ نہیں ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ہماری عزت محفوظ، ہماری دولت محفوظ، ہر وہ چیز جو ہمیں پیاری ہے وہ ان کے نزدیک بھی اس حد تک قابلِ احترام ہے کہ اس کو نقصان پہنچانے کا نہیں سوچ سکتے تو ایسے شخص کے متعلق کوئی غیر مسلم اسے کیسے کہہ سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کھول کر مضمون بیان کر دیا ہے کہ اس کو تم غیر مسلم کہنے کا حق ہی نہیں رکھتے۔

پس جہاں تک اللہ کا تعلق ہے بظاہر بات بدلی ہے لیکن بات وہی ہے ہجرت کی تعریف فرمائی ہے۔ فرمایا مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن کو اللہ نے منع فرمایا اور ان باتوں کی طرف حرکت کرنا شروع کرے، سفر اختیار کرے جو اللہ کو پسند ہیں تو اللہ کے نزدیک تو یہ مسلمان ہیں۔

جہاں تک بندوں کا تعلق ہے وہ بندے دیکھ رہے ہیں اور بات کھلی ہوئی ہے اس میں کسی کے عالم الغیب ہونے کی نہ ضرورت ہے نہ سوال۔ جو بے شر، بے ضرر آدمی ہے اس کو تم غیر مسلم کہنے کا حق نہیں رکھتے۔ جہاں تک اللہ کی ذات کا تعلق ہے اللہ جانتا ہے میں نے کیا حکم دیا ہے، مجھے کیا باتیں پسند، کیا ناپسند اگر وہ اپنے کسی بندے کو دیکھے کہ مسلسل اس کا سفر خدا کی ناپسند باتوں کی طرف سے ان باتوں کی طرف ہے جو خدا کو پسند ہیں، تو آسمان سے ہر لمحہ اس کے لئے مسلم ہی کا فتویٰ جاری ہوگا۔

پس اس پہلو سے آپ کو مسلم بننا ہے اور مسلم بنا ہوگا کیونکہ دنیا کے امن کا مسلم سے تعلق ہے۔ دنیا کا امن آج حقیقت میں اس اسلام سے وابستہ ہے جس کی تعریف آنحضرت ﷺ نے یہاں فرمائی۔ اس میں نمازوں، عبادتوں، زکوۃ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس میں دو عملی حالتوں اور اندرونی کیفیتوں کا ذکر ہے اور حقیقت میں اندرونی کیفیات کی طرف نمایاں اشارہ ہے اس کے نتیجے میں بعض عملی حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (الحجر: 89) کہ تو اپنی نظریں، خدا نے جو جوڑا جوڑا نعمتیں لوگوں کو عطا فرمائی ہیں، ان کی طرف یونہی بے کار نہ دوڑایا کر، حرص اور لالچ کے ساتھ اپنی نظروں کو ان چیزوں کی طرف لمبا نہ کیا کر۔ یہ بے وقری کی بات ہے، خدا پسند نہیں کرتا۔ تو جس کے اندر سے یہ حرص مٹ جائے کہ کسی کی اچھی چیز دیکھے تو اسے کھینچ کے اپنا بنانے کی کوشش کرے، اس معاملے میں وہ بے شر ہو جاتا ہے اور اگر یہ اندرونی جذبہ نہ ہو اور یہ اندرونی اصلاح نہ ہو چکی ہو جس کا قرآن کریم کی اس آیت سے تعلق ہے جس کی تلاوت کی ہے، تو ایسا شخص کبھی بے شر نہیں ہوسکتا۔

پس اندرونی طور پر پہلے رجحانات کی اصلاح ضروری ہے اور رجحانات کی اصلاح میں بڑی محنت کرنی پڑتی ہے، بہت دقتیں پیش آتی ہیں اور بسا اوقات انسان خود اپنے اندر کے معاملات کو نہیں دیکھ رہا ہوتا اور غیر کے معاملات کو سمجھنے کے دعوے کرتا ہے۔ اس کو یہ نہیں پتا کہ میرے اندر جو ناتھی اس نے مجھے کس کس چکر میں ڈال رکھا ہے۔ میرے اندر کے بت ہیں جو مجھے کیا کیا دھوکے دے رہے ہیں ان سے بے خبر رہتا ہے اور غیر بے چارے نے خواہ کوئی بات نہ بھی سوچی ہو اس کی نیت پر حملہ کرنے میں بہت تیزی دکھاتا ہے۔ پس یہ جہالت کی باتیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جس پہلو سے آپ کو مسلمان بننے کی ہدایت فرمائی ہے اس پر آپ غور کریں تو جب تک اندرونی طور پر آپ اپنے نگران نہ بن جائیں، اپنی سوچوں پر پہرے نہ بٹھا دیں، جب تک اپنی ہر خواہش اور تمنا پر ایک تقویٰ کا نگہبان مقرر نہ کر دیں اس وقت تک غیر آپ کے شر سے محفوظ نہ ہے، نہ ہوسکتا ہے اور جہاں تک دنیا کا تعلق ہے وہ بے تکلفی کے ساتھ، پورے اطمینان کے ساتھ آپ کے مسلمان ہونے کا فتویٰ نہیں دے سکتی۔

پس غانا میں اگر نیک نامی ہوئی ہے تو اس حدیث کے اس پہلے حصے سے اس کا تعلق ہے۔ وہاں ایک لمبے عرصے سے لوگوں نے دیکھا کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے کبھی کسی کو کوئی برائی نہیں

پہنچتی ۔ نہ یہ ڈاکے ڈالنے والے لوگ ، نہ یہ رشوت خور، نہ یہ دوسرے کے مال غصب کرنے والے، نہ چوراچکے، نہ قتل کرنے والے، نہ غریبوں اور یتیموں پر ظلم کرنے والے۔ یہ شہرت ایک لمبے عرصے میں وہاں پرورش پائی ہے اور اس کا بعض لوگوں سے بعض دوسروں کے مقابل پر بہت زیادہ گہرا تعلق ہے۔لیکن اتفاقاً کہیں کہیں کچھ بدی بھی پیدا ہو جاتے ہیں تو اس لئے میں نے جماعت غانا کو نصیحت کی تھی کہ نظر رکھیں اور زیادہ سے زیادہ احمدیوں کو یہ نیکی کمانے میں لگا دیں، جھونک دیں۔ وہ سارے مل کر ایسے کام کریں کہ تمام غانا کا جو نیک تاثر ہے وہ مزید تقویت پائے اور ان کو یقین ہوتا چلا جائے کہ ہم نے جلد بازی میں کوئی رائے قائم نہیں کی تھی ، یہ جماعت ہی مسلمانوں کی جماعت ہے، یعنی مسلم کی اس تعریف کے تابع ہے جو میں نے ابھی پڑھ کر سنائی اور جیسا کہ میں نے بیان کیا اس کا نیت سے تعلق ہے۔ ہر روز کی دنیا میں، ہر روز اور ہر رات آپ کی تمنائیں اور آپ کی خواہشات آپ کے دماغوں میں اس طرح جگالی کرتی ہیں جس طرح ایک بھینس یا گائے چارہ کھانے کے بعد جگالی کیا کرتی ہے۔ ہر انسان صبح کے وقت بھی جگالی کرتے ہوئے اٹھتا ہے اور رات کو بھی جگالی کرتے ہوئے سوتا ہے اور وہی اس کی جگالی ہے جو رات کو اس کی خوابیں بھی بنتی جاتی ہے یا اس کے اس نفس کے حصے میں ڈوب کر آئندہ اس کے کردار کی تشکیل کرتی ہے جو نفس کا حصہ اس کی نظر سے اوجھل ہے یعنی دماغ کا وہ حصہ جس میں بہت کچھ سوچا جا رہا ہے، بہت کچھ سکیمیں بنائی جا رہی ہیں، منصوبے بنائے جا رہے ہیں، چھان بین ہو رہی ہے، مختلف خیالات، مختلف تجارب کے آپس کے تعلقات کو دوبارہ مربوط کیا جا رہا ہے یا توڑا جا رہا ہے۔ ہر لمحہ یہ دماغ جو آپ کی نظر سے اوجھل ہے یہ کام کر رہا ہے، کئی قسم کی نئی شکلوں میں آپ کے خیالات کو نئی ترتیب دیتا ہے، آپ کے تجارب کا مطالعہ کرتا ہے غرضیکہ بہت ہی غیر معمولی طور پر جس کو کہتے ہیں War footing۔ یوں لگتا ہے کہ War footing پر دماغ میں منصوبے بنائے جا رہے ہیں اور نئی ترتیبیں قائم کی جا رہی ہیں اور اس کے لئے کتنا ہنگامہ ہو گا، کتنے لمبے سفر اختیار کرنے پڑتے ہیں خیالات کو اس کے متعلق آپ کو میں مثال کے طور پر بتاتا ہوں کہ سائنسدانوں نے جہاں دماغ کے تجزیئے کا مطالعہ کیا ہے کہ جب آپ ایک نظر ایک چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کو پہچاننے کے وقت یا اس کے متعلق تاثر قائم کرنے کے وقت آپ کے اندر کتنی برقی روئیں دوڑی ہیں، کہاں کہاں پہنچی ہیں، کہاں کہاں سے واپس آئی ہیں، کن کن جگہ کی انہوں نے تلاش کی

ہے تو آپ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ اس ایک نظر کے تجزیہ میں بعض دفعہ برقی رووٴں کو لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اور چھوٹے سے دماغ میں، اس کثرت سے وہ آتی جاتی ہیں ایک کونے سے دوسرے کونے میں، دوسرے سے تیسرے کونے میں، جسم کی جو نسیں مختلف حصوں میں بعض کیفیتیں رکھتی ہیں ان کو بھی اکٹھا کرتی ہیں۔ ماضی کی ساری چھان بین کرتی ہیں۔ آپ کی اندرونی کیفیات کا مطالعہ کرتی ہیں، آپ کے تعلقات کا مطالعہ کرتی ہیں، ان تعلقات کے مطالعہ کے دوران ایسے شخص کا کوئی تصور موجود ہے کہ نہیں، وہ اچھا ہے کہ برا ہے۔ یہ ساری باتیں آن واحد میں ہو جاتی ہیں اور لاکھوں میل کا سفر ان برقی رووٴں کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔

تو رات بھر کے ہنگاموں میں آپ اندازہ کریں کہ کتنی بڑی مصروفیتیں، کتنے بڑے بڑے سفر طے ہوتے ہوں گے اور اس کو جو Data feed کیا ہے وہ آپ کے Conscious mind نے کیا ہے ان نیتوں نے کیا ہے جن کی جگالی کرتے کرتے آپ سوئے تھے۔ ان میں اگر بد تمنائیں تھیں جن کو حاصل کرنے میں آپ ناکام رہے یا کسی پکڑ سے بچنے کے لئے آپ نے جھوٹ کے منصوبے باندھے تھے یا آپ نے کسی کی لالچ کی تھی اور آپ کو وہ چیز ہاتھ نہیں آئی اس کو اخذ کرنے کے لئے آپ نے کچھ ترکیبیں سوچی ہیں تو وہ تو چند ہیں۔ اس گہرے دماغ میں ڈوب کر جو آپ کی نظر سے غائب ہے یہ بہت بڑے بڑے منصوبے بن جاتے ہیں اور وہ پھر پختہ شکل میں آ کر بعض دفعہ خوابوں میں آپ کو دکھائی دیتے ہیں جن کی بعض دفعہ تعبیریں بھی آپ نہیں سمجھتے۔ لیکن بسا اوقات آپ کی شخصیت کی ایک چھاپ آپ کی روح پر قائم کر دیتے ہیں اور اس طرح آپ کی ایک روح وجود میں آتی ہے۔ وہ منصوبے اگر شر کا پہلو رکھتے ہیں تو جو روح اس سے وجود میں آتی ہے وہ لوگوں کے لئے خیر کا موجب نہیں ہو سکتی اور اپنے لئے بھی وہ مرنے کے بعد شر کا ہی موجب ہوگی۔

پس خدا تعالیٰ نے جو آپ کو زندگی دی ہے جو قویٰ عطا فرمائے ہیں ان کو تخفیف کی نظر سے نہ دیکھیں۔ اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کے تصور میں ڈوب کر اگر ساری زندگی بسر کریں تو اپنے دماغ کی ساکھ اور اس کی کارگزاریوں کے احسانات پر ہی غور کرنا شروع کریں تو آپ کی زندگی کیا، آپ کی نسلوں کی زندگیاں ختم ہو جائیں گی، آپ نہ پورا غور کر سکتے ہیں نہ پورا شکر کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ نے ہمارے سامنے معرفتوں کے خزانے لٹا دیئے ہیں۔ ایک ایک، دو دو کلمے میں ایسی

ایسی عظیم باتیں فرمادی ہیں کہ اگر آپ ان پرغور کر کے، ڈوب کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی ساری زندگی اس ایک کلمے پر عمل کرنے سے سنور سکتی ہے۔ فرمایا دیکھو تم بے شر ہو جاؤ یہاں تک کہ غیر گواہی دینے لگے، غیر کو معلوم ہو جائے کہ میری امت سے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہے۔ میرے ماننے والوں سے وہ ہر لحاظ سے، ہر پہلو سے امن میں ہے تو فرمایا تم مسلمان ہو۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی نظر میں مسلمان ہونا ضروری ہے۔

ایک یہ پہلو تو خود ظاہر کر دیتا ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ تاثر ہو کہ اس سے کوئی شر نہیں پہنچ سکتا وہ مسلمان ہی ہوگا، اللہ کی نظر میں بھی مسلمان ہونا چاہئے۔ مگر اس میں ایک چھوٹا سا سقم ہے وہ یہ کہ بسا اوقات انسان دھوکہ دے کر لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ بے شر ہے اور اس پہلو سے انسان سب سے زیادہ خطرناک جانور ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے صرف یہ علامت بیان کر کے فرض ادا نہیں فرما دیا۔ آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر انسانی نفسیات کا عالم خدا کے بعد اور کوئی نہ تھا، نہ ہوسکتا ہے۔ آپ ہر جگہ جہاں ایک علامت بیان فرماتے ہیں ان خطرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو اس کے غلط استعمال سے غلط نتیجے پیدا کر سکتے ہیں کوئی نہ کوئی ایسا آپ Safety valve بھی مقرر فرما دیتے ہیں جس کے ہوتے ہوئے اس کا غلط نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ پس بظاہر ایک آدمی کہہ سکتا تھا کہ یہی تعریف کافی ہے۔ جس شخص کا دل شرارت سے پاک ہو چکا ہو وہی ہے جس کی نیت، جس کے اعمال بھی شرارت سے پاک ہوتے ہیں۔ آپ نے خود یہ بھی ہمیں سمجھا دیا ہے تو پھر یہ خدا کے نزدیک بھی مسلمان ہی کہلانا چاہئے، الگ تعریف کی کیا ضرورت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جہاں تک بنی نوع انسان کے دیکھنے کا تعلق ہے بسا اوقات ان کو یہی پیغام ملتا ہے کہ یہ شخص بڑا محفوظ ہے اور یہ پیغام نہ اس کے لئے امن کا موجب ہے نہ اس شخص کے لئے جس کے متعلق یہ سوچی جاتی ہے۔ جانوروں سے انسان کا ایک نمایاں فرق اس بات میں یہ ہے کہ جانوروں میں بھی Camouflage پایا جاتا ہے، یہ درست ہے اور ہر سطح پر جانوروں کے حیرت انگیز کیموفلاج کے انتظام ملتے ہیں جو قدرت نے ان کو ودیعت فرمائے ہیں یعنی اوپر سے کچھ اور دکھائی دے رہے ہیں اندر سے کچھ اور، لیکن یہ سب دفاعی ہیں۔ حملے میں دھوکہ نہیں ہے۔ حملے میں کیموفلاج نہیں ہے اگر جالا مکڑی نے تنا ہے تو وہ تنا ہوا جالا دکھائی دیتا ہے آگے کوئی اندھا بن جائے اس میں جا پھنسے تو اس کی

مرضی ہے مگر اس میں دھوکہ کوئی نہیں۔ شیر حملہ کرتا ہے داؤ پیچ استعمال ہوتے ہیں مگر شیر شیر ہی دکھائی دیتا ہے گیدڑ دکھائی نہیں دے رہا ہوتا۔ یہ میری مراد ہے کہ کیموفلاج اگر ہے تو خاص مقامات پر برمحل کیموفلاج ہے، اس میں دھوکہ بازی اور بالارادہ کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے کیموفلاج آپ کو قدرت میں دکھائی نہیں دیتا۔ تمام زندگی کی قسموں پر غور کر کے دیکھ لیں وہاں دفاعی کیموفلاج ہے۔ لیکن انسان ایک ایسا جانور ہے جس نے کیموفلاج کو حملے کے لئے کثرت سے استعمال کیا ہے کہ آپ کو بڑے بڑے شریر، بہت پاکباز لبادوں میں دکھائی دیں گے اور وہ لوگوں کے مال ہتھیانے کے لئے، مال کے معاملات میں ایسی ایسی نیک شہرت کی باتیں کرتے ہیں کہ عام طور پر لوگ بے چارے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور جہاں کسی شخص کے متعلق مجھے یہ اطلاع ملتی ہے کہ فلاں شخص جو ہے بہت ہی اچھا آدمی ہے، لوگ دس روپے پر دس روپے منافع دے رہے ہیں وہ دس پر پچاس دے رہا ہے اور بڑی نیک شہرت کا مالک ہے، اس نے بڑے لوگوں کو فائدے پہنچائے ہیں۔ وہیں میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ شخص اگر اس پہ اعتبار کرے گا تو مارا جائے گا کیونکہ یہ نیک شہرت عام دستور سے ہٹ کر ہے اور بنائی گئی ہے، بنی نہیں ہے۔ خود بخود لوگوں کی باتوں سے سن کر اس نے یہ اندازے نہیں کئے بلکہ جس شخص کی اس کے مال پر بدنیت ہے اس کے سامنے خود اس نے اپنے ثبوت پیش کئے ہیں اور اپنے نقشے کھینچے ہیں۔ تو اس لئے ہر وہ شخص جو دنیا کو بے شر دکھائی دیتا ہے بسا اوقات یہ اس شخص کی شرارت ہے، اس شخص کا فساد ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے شر بنا کر دنیا کو دکھا رہا ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس تعریف کے اوپر کوئی ایسی تعریف کا پہرہ بٹھا دیا جائے جس میں غلطی کا امکان نہ رہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بے شر ہونا تبھی درست ہے اگر تم شر والی باتوں سے ہجرت کر کے ان باتوں کی طرف حرکت شروع کر دو جو بے شر ہیں۔ جب تک تم بے شر نہیں ہوتے دنیا کیسے تمہارے شر سے محفوظ ہو سکتی ہے۔ پس یہ مضمون ہے جسے حضور اکرم ﷺ بیان فرما رہے ہیں کہ **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده** مسلمان تو وہی ہے جس کے شر سے مسلمان بچ جائیں، زبان کے شر سے بھی اس کے ہاتھ کے شر سے بھی۔ **وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ** اور مہاجر وہ ہے جو اس چیز سے ہجرت کر جائے جسے اللہ ناپسند فرماتا ہے اور منع کرتا ہے۔

دوسری حدیث جو میں آج آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم جس دور میں داخل

ہوئے ہیں ہمیں بہت محنت درکار ہے، بہت اصلاحی کام کرنے ہیں اور جیسا کہ میں نے ایک حدیث آپ کے سامنے رکھی ہے اس مضمون کو آپ لے کر اگر جماعت کی اصلاح کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تو اس کے لئے بھی بہت دقتوں کا سامنا ہے۔ ہر قدم پر وہ شخص جس کو آپ نصیحت کریں گے اس کی انا آپ کی نصیحت کی راہ میں کھڑی ہو جائے گی۔ وہ دھوکہ جس میں اس نے خود اپنے نفس کو پامال کر رکھا ہے وہ آپ کے مقابل پر کھڑا ہوگا اور اس نصیحت کا کیا فائدہ جو دل پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ پس اس سلسلے میں اور پھر اپنی اصلاح کے سلسلے میں بڑی دقتیں ہیں۔ بعض لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ آپ جو جو مضمون بیان کر رہے ہیں، ہیں تو اچھے لیکن ہمیں تو مصیبت پڑ گئی ہے، ہمیں تو اپنا وجود دکھائی دینے لگ گیا ہے۔ اتنا بڑا کام، اتنا مشکل کام ہم سے ہو نہیں سکتا۔ تو ان کے لئے پیغام یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جہاں مشکل راہوں کی طرف بلایا ہے وہاں ان کو آسان کرنے کے طریقے بھی سمجھائے ہیں آپ فرماتے ہیں: یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا (بخاری کتاب العلم حدیث نمبر: 67) کہ لوگوں کو آسانی کی طرف بلاؤ۔ آسان باتیں بیان کر کے، سمجھا سمجھا کر، پیار سے ان رستوں کی طرف بلاؤ، ان کیلئے مشکل نہ ڈال دیا کرو۔

یہ ایک انداز نصیحت ہے جس سے قوموں کی اصلاح ہوتی ہے اور اس انداز نصیحت کو نظر انداز کر دیا جائے تو نصیحت فائدے کی بجائے نقصان پہنچا دیتی ہے۔ آپ کے بچپن کی بھی کچھ یادیں ہوں گی، میرے بچپن کی کچھ یادیں ہیں۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ جب ہمیں نصیحت کیا کرتے تھے تو کبھی اس سے ہم بد کے نہیں، کبھی اس سے دوری نہیں ہوئی بلکہ ان کی محبت ہمیشہ پہلے سے زیادہ بڑھی اور اس نسل کا جن کا صحابہؓ سے تعلق تھا، صحابہؓ نہیں بھی تھے، ان کا بھی یہی طریق تھا۔ مجھے یاد ہے دولہا بھائی میاں عبدالرحیم احمد کے والد جب سندھ جاتے تھے ان کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے تو وہ ہمیں نماز کے لئے اس طرح جگاتے تھے کہ دور دور سے پہلے ہماری چارپائیوں کا چکر کاٹنا شروع کرتے تھے۔ گرمیوں کے دنوں میں خصوصیت سے باہر کھلی ہوا میں سویا کرتے تھے۔ اندر تو سوال ہی نہیں تھا گرمی میں سونے کا، لیکن سندھ میں کھلی ہوا کی وجہ سے مچھر کم کاٹتا ہے اس لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ آدمی باہر ہی سوئے۔ تو وہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی شعر پڑھتے ہوئے، کبھی درود پڑھتے ہوئے دور دور سے گھومنے لگتے تھے کہ آہستہ آہستہ اس کے کانوں میں آواز جائے اور آہستہ آہستہ نیند سے بیدار ہو، ایک دم نہ تکلیف پہنچے۔ پھر وہ دائرہ تنگ

ہونے لگ جاتا تھا پھر قریب آ کر، مخاطب کر کے، پیار سے وہ باتیں دہرایا کرتے تھے اور اس طرح وہ کہتے کہتے چلے جاتے تھے اور واقعۃً اس عرصے میں نیند ہی اچاٹ ہو چکی ہوتی تھی۔ اس لئے کوشش کر کے، مصیبت سمجھتے ہوئے نہیں آنکھ کھولا کرتے تھے، بلکہ آنکھ خود بخود کھل جاتی تھی اور ان کی آوازوں کا، ان کی باتوں کا بڑا لطف آتا تھا اور اس کے مقابل پر جو سکولوں میں اور مدرسوں میں اسی زمانے میں بھی بعض ایسے لوگ تھے جو ایسے اعلیٰ انداز کے تربیت یافتہ نہیں تھے۔ وہ بچوں کو آ کے شور مچا کر، بعض دفعہ سخت کلامی کے ساتھ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے یہاں تک کہ وہ سارے ہڑبڑا کر اٹھتے اور کہتے ہاں جی اٹھ گئے ہیں، اٹھ گئے ہیں آپ جائیں اور جاتے ہی پھر سو جاتے تھے تو کہنے کہنے کے انداز ہیں۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسی بات کہو جو نرمی کا پہلو رکھتی ہو، دوسرا گھبرا ہی نہ جائے۔ اس کو اس طرح بتاؤ کہ اس کو سمجھ آئے اور آہستہ آہستہ اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا کرے اور اس کو مصیبت نہ پڑ جائے۔ تو مصیبت میں ڈالنا مقصود ہرگز نہیں ہے۔ لا تعسروا کے میں بھی تابع ہوں اور آپ بھی تابع ہیں۔ آپ بھی جب نصیحت فرمائیں سمجھا کر، پیار سے سمجھائیں۔ یہاں تک کہ نصیحت سے پیار ہو جائے اور اس رنگ میں نہ کہیں، ایسے رنگ میں کوئی بات نہ کہیں، جس سے اس کے نفس میں ایک ردعمل پیدا ہو اور نصیحت کے نتیجے میں اچھی بات کے قریب آنے کی بجائے اس سے اور بھی دور ہٹ جائے تو اچھی نصیحت وہ ہے، جو اچھے کاموں کی طرف بھی رغبت پیدا کرتی ہے اور نصیحت کرنے والے کے لئے بھی دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ کن لوگوں کو نصیحت کی، سوچیں ذرا، بدیوں کے کس مقام تک جا پہنچے تھے۔ اس مرتبے تک بدیوں میں آگے بڑھ گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم: 42) فساد ہی فساد ہو گیا تھا اور غالب آ گیا تھا فساد۔ آگ کے کنارے پر کھڑے تھے۔ ان کو کھینچ کے لائے ہیں اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ نیکیوں کے بھی عاشق ہوئے اور نیک بات کہنے والے کے بھی عاشق ہو گئے اور جیسی محمد رسول اللہ ﷺ سے آپ کی زندگی میں محبت کی گئی ہے دنیا کے کسی نبی سے کبھی ایسی نہیں کی گئی۔ اگر ہے کوئی تو لا کر دکھائے۔ پس یہ مضمون ہے يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا بات کہو تو پیار کے ساتھ کہو، پیارے انداز سے سمجھا کے کہو، آسان دکھا کر ان کو رفتہ رفتہ بلاؤ اور ان پر سختی نہ کرنا۔ اگر سختی کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے ان کے لئے بھی نقصان کا موجب

بنو گے۔ وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا اب یہ ہے حضرت محمد مصطفی ﷺ کا کلام، یہ نہیں فرمایا وَبَشِّرُوْا وَلَا تنذروا کیونکہ ہر رسول بشیرًا و نذیرًا تو ہوتا ہی ہے یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ آپ یہ فرماتے کہ تبشیر تو کرو انذار نہ کرنا۔ اس لئے ایک اور لفظ استعمال فرمایا ہے ''وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا'' بشارتیں دو، نفرتیں پیدا نہ کرنا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انذار نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں کیا جاتا، انذار برعکس نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ اگر انذار حکمت کے ساتھ کیا جائے تو جو شخص وہ انذار کرتا ہے اس کے لئے بھی دل میں محبت پیدا ہوتی ہے مثلاً ایک شخص آپ کو بتاتا ہے کہ آگے ڈاکو ہیں آپ یہ رستہ اختیار نہ کریں، نقصان پہنچے گا تو یہ انذار ہے اور ایک شخص کہتا ہے خبردار اس رستے پر نہیں چلنا، منع ہے اس رستے پہ جانا۔ یہ بھی ایک انذار ہے مگر یہ دوسرا انذار ''تنفروا'' کے تابع ہے یہ سننے والے کے دل میں نفرت پیدا کرتا ہے اور جو پہلا انذار ہے وہ بشارت کے تابع ہے اور نبی بشیر اور نذیر ہوتا ہے۔ بشیر اور منفر نہیں ہوا کرتا وہ نفرتیں پیدا نہیں کیا کرتا تو انذار سے منع نہیں فرمایا لیکن تبشیر کہہ کر دراصل انذار کو بھی تبشیر کے تابع ہی کر دیا ہے۔ خوشخبریاں دو کیونکہ جب تمہارا انذار بھی خوشخبری کا رنگ رکھے گا تو ایک ایسا شخص جس کو یہ پتا لگے گا کہ واقعۃً اس راہ میں چور اور اچکے تھے اور آپ نے اس کو بچا لیا تو یہ انذار ہے لیکن اس کے نتیجے میں اس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوگی، نفرت پیدا نہیں ہوگی اور ایسا ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کسی کو آپ نیک مشورہ دے دیں اور وہ نیک مشورہ کسی چیز سے بچنے کا مشورہ ہوتا ہے اور جب وہ بچ جاتا ہے اور جانتا ہے کہ اس مشورے کی وجہ سے اس کی زندگی بچی یا اس کی ایک قیمتی چیز بچ گئی تو وہ بعد میں آ کر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے تو فرمایا ''بشروا''۔

''بشروا'' کا ایک پہلو ہے خوش بھی کرو لوگوں کو، ان کے چہرے پہ کشادگی پیدا ہو جائے، ان کے اندر بشارت کے نتیجے میں جو جذبات میں ایک خاص پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے ویسی تبدیلیاں ان کے اندر پیدا ہونی شروع ہوں، وہ دکھائی دینے لگیں۔ پس آسانی کے ساتھ نصیحت کرو، آسان باتوں کی نصیحت کرو، خوشخبریاں پھیلاؤ، خوشخبریوں کے نتیجے میں لوگوں کو کھینچو اور کوئی ایسا کام نہ کرو جس کے نتیجے میں نفرتیں بڑھتی ہوں۔ یہ وہ طریق ہے جس کے ذریعے قوموں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ یہ دو نصیحتیں جو آپ کو کی گئی ہیں، حیرت انگیز ان میں گہرائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ جماعتیں جو الٰہی جماعتیں ہوں ان کی ترقی کا راز اس میں مضمر ہے، ان کی پاک تبدیلیاں پیدا کرنے

کی صلاحیت کا راز اس میں مضمر ہے۔ اگر یہ طریق آپ اختیار کریں گے تو معاشرے سے بدیاں بھی دور ہوں گی اور اس کے نتیجے میں خوشخبری پیدا ہوگی۔ لوگ خوش ہوں گے۔ اگر اس طریق کو چھوڑیں گے تو جتنی نصیحتیں کریں گے اتنی ہی نفرتیں بڑھیں گی۔ پارٹی بازیاں ہوں گی ایک دوسرے کے لوگ خلاف ہوں گے، کچھ لوگوں کے لوگ نام رکھنے شروع کر دیں گے کہ یہ بڑا اپا کباز آیا ہے، یہ ہمیں ایسی باتیں کہتا ہے، ہمیں ان باتوں سے روکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

تو آنحضرت ﷺ کی غلامی کا دم بھر کے آپ ہر خطرے سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ سب سے بڑا محسن جو دنیا میں کہیں پیدا ہوا وہ محمد رسول اللہؐ تھے آپ کی طرف سے کبھی کسی کو کوئی شر نہ پہنچ سکتا تھا نہ پہنچا بلکہ سلام ہی سلام پہنچا ہے۔ آپؐ نے مشکل رستوں کو بھی آسان بنا کر دکھا دیا۔ آپؐ نے ہر اس رنگ میں تبشیر فرمائی اور انذار بھی کیا تو ایسے رنگ میں کہ اس کے نتیجہ میں خوشخبریاں پھیلیں اور آپؐ کی محبت دلوں میں بڑھی۔ اللہ کرے کہ جماعت احمدیہ بھی یہ رنگ سیکھ لے۔ **اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔**

خطبہ ثانیہ سے قبل حضور انور نے فرمایا:

مجھے یاد دلایا گیا ہے کہ لجنہ اماء اللہ جماعت کبابیر کا بھی ایک اجتماع ہو رہا ہے۔ ان کا غالباً پانچواں اجتماع ہے۔ لجنہ اماء اللہ کبابیر ساری عرب خواتین پر مشتمل لجنہ ہے صرف ایک ان میں ہندوستان سے گئی ہوئی کشمیر کی خاتون بھی ہیں مگر وہ بھی اب بالکل عربوں کی طرح بن چکی ہیں اور ایک خدام الاحمدیہ فرینکفرٹ ریجن کا اجتماع بھی ہو رہا ہے انہوں نے بھی تحریک کی تھی کہ ہمارا ذکر خیر جمعہ پر ہو بابرکت موقع پر ہمیں بھی اس کی برکت پہنچے۔ تو آپ سب بھی ہمارے مخاطب ہیں اور آپ سب کو ہم سب کی طرف سے السلام علیکم اور یہ اجتماع مبارک۔